مجموعی معاشرتی احساسات کی آ گاہی اور عبداللہ حسین کا نظریہ فکر

Awareness of Collective Social Sensibilities and Abdullah Hussain's Thoughts

ڈاکٹر آئیکوت کشمیر

Abstract

Inthisstudy,the influence of historical, political, socialand cultural events in the Indian Subcontinent before and after 1947 was explored using Abdullah Hussein's novels. The socialandculturaleventsinthepastofIndiaandPakistanandtheeffectsonthe Urdu novel have been examined with the help of the works of Abdullah Hussein.

Key Words: Abdullah Hussain, Subcontinent, Pakistani Society,

ایک ناول نگار تاریخ نویس نہیں ہوتا، یعنی تاریخ کو موضوع نہیں بناتا۔ وہ ناول کے کرداروں پر تاریخی واقعات کا اثر بیان کرتا ہے، اس طرح قارئین بھی ان کرداروں کے جیسے احساسات میں ڈھل جاتے ہیں اور گویا انہیں خود کا سامنا کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۴۷ء میں برصغیر سے سلطنت برطانیہ کا سورج ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور یوں ۱۴ اور ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر بالترتیب دو نئے ممالک پاکستان اور ہندوستان معرض وجود میں آئے۔ اس طرح برصغیر کو آزادی کے حصول کے ساتھ ہی تقسیم کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس تناظر میں ۱۹۴۷ء کا سال تاریخی طور پر سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

تقسیم کا واقعہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ہجرت سے پہلے، دوران ہجرت اور ہجرت کے بعد عوام کو پیش آنے والے ہولناک مصائب و تکالیف کا ایک گہرا اثر اس وقت کے ادیبوں اور تصنیف نگاروں پر بھی پڑا۔ عمومی معاشرتی اقدار اور حالات کے بارے میں حساس مصنفین نے ہمیشہ معاشرتی برائیوں کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے مظلوم اور بے کس انسانوں کا ساتھ دیا۔ برصغیر کے مسلمان مرد و خواتین، بوڑھے اور جوان، الغرض ہر طبقے کے مظلوم و محکوم افراد کے لئے پاکستان کا وجود آرزوؤں اور امنگوں سے بھرپور سرزمین کی حیثیت رکھتا تھا۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں آزادی کے حصول کے بعد مسلمانان برصغیر کے لئے پاکستان آزادی کی منزل بن گیا اور امیدوں سے لبریز اس نئے وطن میں ایک نئی زندگی کی آرزو میں بہت سارے مسلمانوں نے ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کرنے والے ان انسانوں میں بڑے بڑے زمینداروں سے لے کر غریب کسان، سرکاری افسروں سے لے کر مصنفین الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ اس طرح بہت سارے لوگوں نے

ایک پرامن اور شاندار زندگی گزارنے کے یقین کے ساتھ نئے ملک کی طرف ہجرت کی تھی مگر بدقسمتی سے ہجرت کے فوراًبعد ہی ان کے خوابوں کے محل ریزہ ریزہ ہو گئے کیونکہ نظریاتی طور پر پاکستان کی آزادی کا تصور نہایت دلکش اور بے سقم تھا مگر اس خیال کی عملی تصویر میں درپیش مصائب و تکالیف نے بہت سارے افراد کی زندگیوں پر ناقابل فراموش اثرات مرتب کئے۔ یہاں تک کہ بعد کے دنوں میں ادیبوں اور مصنفین نے بھی کہ جو اس مشکل وقت کے شاہد تھے، آئندہ آنے والی نسلوں کو اس دور کی افتاد سے بہرہ آور کرنے کے لئے، اپنی تصانیف میں ان واقعات کو موضوع بنانا شروع کیا۔

قیام پاکستان کے بعد مشہور مصنفین میں زیادہ تر وہی لوگ شامل تھے جو سنہ ۱۹۴۷ سے پہلے ادبی طور پر سرگرم تھے۔قرۃ العین حیدر، فضل کریم فضلی، شوکت صدیقی، خدیجہ مستور، جمیلہ ہاشمی اور انتظار حسین اس دور کے اہم مصنفین میں شامل ہیں۔قرۃ العین نے تین ناول تصنیف کئے "میرے بھی صنم خانے"، "سفینۂ غم دل" اور "آگ کا دریا"۔ناول "آگ کا دریا" میں برصغیر کی دو ہزار پانچ سو سالہ تاریخ کا بیان ہے جو کہ مہاتما گوتم بدھ کے زمانے سے لے کر برصغیر کی تقسیم کے دور تک محیط ہے۔اسی دور میں فضل کریم فضلی دوسری جنگ عظیم اور قحط بنگال کے موضوع پر لکھے گئے ناول "خون جگر ہونے تک" کی تصنیف سے ایک اہم مصنف کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ شوکت صدیقی کے ناول "خدا کی بستی" میں پہلی بار اردو ادب میں پاکستانی معاشرے کے عام طبقے کے مسائل کی عکاسی کی کوشش کی گئی۔اس طرح خدیجہ مستور نے ۱۹۶۲ میں "آنگن" کے نام سے ناول قلمبند کیا۔اس ناول کی کہانی دوسری جنگ عظیم، تحریک آزادی، تقسیم برصغیر اور تقسیم کے بعد کے مختصر حالات پر مبنی ہے۔آزادی کے بعد کے دور میں جمیلہ ہاشمی اور انتظار حسین اردو ادب کے افق پر درخشاں مصنفین کے طور پر سامنے آتے ہیں۔جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول "تلاش بہاراں" میں آزادی سے پہلے اور بعد کے سیاسی اور سماجی حالات کو بیان کیا ہے۔ناول کی کہانی کا مرکزی خیال تقسیم برصغیر اور سنہ ۱۹۴۷ کے المناک واقعات کے گرد گھومتا ہے۔

انتظار حسین نے بھی اپنے ناول "چاند گرہن" میں تقسیم ہندوستان سے پیدا شدہ حالات کے مسلمانوں کی بے خانمائی اور بربادی پر اثرات کو موضوع بنایا۔

تقسیم سے پہلے کے دور میں سجاد ظہیر جدید اردو ناول نگاری کے بانی کے طور پر جانے جاتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ عزیز احمد اور عصمت چغتائی بھی اہم مصنفین میں شمار کئے جاتے ہیں۔آزادی کے بعد قرۃ العین حیدر کا نام اردو ناول نگاری کے روح رواں کے طور پر سامنے آتا ہے۔قیام پاکستان کے بعد قرۃ العین حیدر کی طرف سے لکھے گئے ادب پارے بہت مختصر عرصہ میں اردو ادب میں اپنی الگ جگہ بنانا شروع ہو گئے اور ان کا نام اردو ادب کے اہم ناموں میں شمار ہونے لگا۔

اردو ادب کے آغاز سے لے کر سنہ ۱۹۴۷ تک کے دور میں اردو زبان و ادب نے بھی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں اور انقلابات زمانہ سے کافی اثر قبول کیا۔مثال کے طور پر پہلی جنگ عظیم ہندوستان کے لوگوں

کے ذہنوں میں سوچ کے نئے در وا کرنے کا باعث بنی۔ پریم چند نے اپنے ناولوں اور افسانوں کے ذریعے عوام کو زمانے کے حقائق سے روشناس کروایا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران عالمی سطح پر رونما ہونے والے پے در پے سیاسی تغیرات اور انقلابات کی بازگشت، ہندوستان میں ترقی پسند مصنفین کے ناولوں میں بھی سنائی دی جانے لگی۔ اس دور کے بدلتے ہوئے معاشرتی ماحول کے اثرات انفرادی سطح پر بھی اہمیت کا باعث بنتے نظر آتے ہیں۔ تقسیم برصغیر کی جانب گامزن حالات میں سیاستدانوں نے علیحدگی کے بوئے بیجوں کے ثمرات سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اس طرح ہندوستان میں صدیوں سے اکٹھے رہنے والے انسان اندرونی انتشار اور نفرت کا شکار ہو گئے اور یوں بے شمار مسائل وجود میں آنے لگے۔ ہندوستانی معاشرے میں پائے جانی والی عدم مساوات سے وابستہ علیحدگی کی لہر نے پہلے تقسیم میں اپنا کردار ادا کیا پھر بعد میں ہجرت اور فسادات کی راہ ہموار کی۔

اس زمانے کے زیادہ تر مصنفین نے تقسیم برصغیر کو موضوع بنایا۔ ہجرت کے دوران برصغیر کے عوام خواہ وہ ہندو تھے یا مسلمان ایک طرح کے مادی اور روحانی مصائب و تکالیف کا سامنا کرنے پر مجبور تھے۔ اس زمانے کے اردو ناول نگاروں نے انفرادی اور اجتماعی مسائل کا مشاہدہ کیا اور اپنی تصانیف میں ان کی عکس بندی کی۔

اس دور کے مشہور مصنفین میں سے ایک عبداللہ حسین نے پہلی دفعہ سنہ ۱۹۶۲ میں "ندی" کے نام سے ایک کہانی تحریر کی اور یوں اردو ادب میں ایک نئے نام کا اضافہ ہوا۔ عبداللہ حسین کی پہلی تصنیف ہونے کے باعث "ندی" کی اہمیت سے گریز ممکن نہیں ہے۔ یہ کہانی رسالہ "سویرا" میں شائع ہوئی۔ "سویرا" رسالے میں شائع ہونے والے ادبی فن پارے کی پہچان اس دور میں مشہور ہونے والی حقیقت پسند تحریک کی طرف سے قبول کرنے سے ہوتی تھی۔ انہوں نے تین مزید کہانیاں تحریر کیں "سمندر"، "جلا وطن" اور "پھول کے بدن"، جو سب اسی رسالے میں چھپیں اور مشہور بھی ہوئیں۔

عبداللہ حسین نے مختصر کہانیوں کے بعد سنہ ۱۹۶۳ کے موسم سرما میں ناول "اداس نسلیں" کی تصنیف کے ساتھ اردو ناول نگاری میں قدم رکھا۔ اس ناول کا زمانہ تصنیف ایک اندازے کے مطابق اردو ناول نگاری کے آغاز کے ایک سو سال کی تکمیل کا زمانہ ہے۔ "اداس نسلیں" کی تصنیف پر عبداللہ حسین کو پاکستان کے سب سے بڑے ادبی ایوارڈ "آدم جی ایوارڈ" سے نوازا گیا۔ اس ایوارڈ کی وصولی کے بعد انہوں نے "رات" اور "دھوپ" کے نام سے مزید دو ناول تحریر کئے۔ ان تصانیف کے بعد وہ غیر متوقع طور پر اس وقت ادبی دنیا سے کنارہ کش ہو گئے کہ جب وہ شہرت کی بلندیوں پر تھے اور سترہ سال تک انہوں نے کوئی ناول تصنیف نہیں کیا۔

سنہ ۱۹۸۱ تک عبداللہ حسین کے لکھے گئے افسانوں کو کتابی شکل میں کوئی جگہ نہ ملی۔ اگرچہ مختصر کہانیوں کی "سویرا" اور "نصرت" جیسے رسالوں میں اشاعت ہوئی تو تھی مگر ۱۹۸۱ تک کتابی شکل میں ان کی واحد تصنیف "اداس نسلیں" ہی دستیاب تھی۔

سنہ ۱۹۸۲ میں عبداللہ حسین کا دوسرا ناول "باگھ" شائع ہوا۔ "اداس نسلیں" کی طرح "باگھ" کو بھی

قارئین کی طرف سے زبان و اسلوب اور انداز بیان کی وسعت کے تناظر میں بہت سراہا گیا۔عبداللہ حسین اپنے ناولوں کے موضوعات کا انتخاب معاشرے کے گہرے مشاہدے سے کرتے تھے۔وہ معاشرے کے فرسودہ رسوم و رواج،غلام ذہنیت اور جاگیردارانہ نظام کا سامنا کرتے غریب اور محکوم طبقے کے افراد کی حق تلفیوں اور مصائب کو زیر موضوع لاتے تھے۔ان کے موضوعات میں دیہاتی معاشرے کو خصوصیت حاصل تھی اور انہوں نے تاریخی حادثات و واقعات کے گاؤں کی زندگی پر پڑنے والے منفی اثرات کو اپنے ناولوں میں خصوصی جگہ دی۔معاشرے کا صنفی امتیاز فرد کی زندگی پر گہرا اثر رکھتا ہے اور انسان کو اس امتیاز و تفریق کے نتیجے میں مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عشق و محبت بھی انسان کی زندگی کے اہم مسائل میں شمار ہوتے ہیں۔عبداللہ حسین اپنے ناولوں میں محبت کے نظریے کی وسعت کو بہت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔وہ محبت کے بیان میں صرف عاشق و معشوق کے ہجر و وصل کی داستان ہی بیان نہیں کرتے بلکہ حصول محبت کے بعد درپیش طویل اور تکلیف دہ تنہائی کو بھی قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔یہ تنہائی اکثر اوقات تقدیر سے بھی تعلق رکھتی ہے۔عبداللہ حسین محبت کو ایک طاقتور جذبہ کے طور پر دیکھتے ہیں اور اپنے ناولوں کے ذریعے قارئین کو بھی محبت کی طاقت کا یقین دلاتے ہیں۔ان کے ناولوں میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ محبت اس قدر طاقتور جذبہ ہے کہ اس کے لئے انسان کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہوتا ہے۔یہ سب ان کے ناولوں "اداس نسلوں"،"باگھ"،"قید" اور "نادار لوگ" میں واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔

عبداللہ حسین اپنے ناولوں میں معاشرے کی جہالت اور تعلیم کے فقدان کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔وہ تعلیم کی اہمیت کو اپنے ناول "قید" میں واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔دیہاتی علاقوں میں سادہ و معصوم انسان جعلی پیروں کو اپنے تمام دکھوں اور تکلیفوں کا مداوا تصور کرتے ہوئے ان کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے ہیں۔عبداللہ حسین کے مطابق گاؤں کے لوگ اس دھوکہ دہی اور فریب کے جال میں جہالت اور ضعیف الاعتقادی کے باعث پھنستے ہیں۔انہوں نے "اداس نسلیں" اور "قید" میں دیہی زندگی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔وہ اپنے ناولوں میں گاؤں کے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی معصوم خوشیوں کے ساتھ ان کے دکھ اور تکلیفوں کو بھی الگ جگہ دیتے ہیں۔

عبداللہ حسین گاؤں اور دیہاتی لوگوں کی تصویر کشی میں کبھی نہ ختم ہونے والی لامتناہی غربت اور جاگیرداروں کی طرف سے بے اختیار لوگوں کے استحصال کو سامنے لاتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ عالمی سیاسی واقعات کے تناظر میں گاؤں کے لوگوں پر بیتی تکلیفوں اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ معصوم دیہاتی کس طرح سے اپنی صدیوں پرانی ثقافت اور وراثت سے علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ان کے مطابق جنگ،جبری فوجی بھرتی،قید و صعوبت،ہجرت اور بیماری جیسی تکالیف اور دکھوں کے نتیجے میں روحانی کرب کا شکار لوگ بعد میں کبھی بھی نارمل زندگی گزارنے کے قابل نہ رہے۔پہلی جنگ عظیم اور صنعتی انقلاب جیسے عالمی واقعات کے نتیجے میں پیش آنے والی مشکلات اس کی اہم مثال ہیں۔

عبداللہ حسین کے پہلے ناول "اداس نسلیں" کا انگلش،ہندی،بنگالی،چینی اور ترکی زبانوں میں ترجمہ ہونا

مصنف کی عالمی سطح پرادبی شہرت کی دلالت کرتا ہے۔ "اداس نسلیں" کا مرکزی کردار نعیم ہے اور یہ ناول بنیادی طور پر نعیم اور عذرا کی محبت پر مبنی ہے۔مگر اس کے ساتھ پہلی جنگ عظیم، تحریک آزادی، تقسیم اور ہجرت جیسے تاریخی واقعات بھی اہم موضوعات کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان واقعات نے ہندوستانی معاشرے پر انمٹ اور نا قابل فراموش اثرات چھوڑے۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک سفید فام انگریز کی جان بچانے کے عوض روشن علی نامی ایک عام آدمی ایک بڑی جاگیر کا مالک بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو روشن آغا کہلوانا شروع کر دیتا ہے، یوں معاشرے میں اس کا مقام بلند ہو جاتا ہے۔ روشن خاندان کی حکایت سنہ ۱۸۵۷ء سے لے کر سنہ ۱۹۴۷ تک چلتی ہے۔اس نوے سالہ دور میں برصغیر میں رونما ہونے والے بہت سارے واقعات ناول میں بیان کئے جاتے ہیں۔
عذرا جاگیردار روشن خاندان کی تیسری نسل کی نمائندہ ہے اور روشن آغا دوم کی بیٹی ہے جبکہ نعیم نسلاً مغل ہے اور نیم متوسط خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔انگریزی دور حکومت میں ان کی تمام زمینیں قرق کر لی گئیں اور اس کے باپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ وہ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کی طرف سے بھرتی کئے اور محاذ پر بھیجے جانے والے لاکھوں ہندوستانی نوجوانوں میں سے ایک ہے۔ دوران جنگ اس کا بایاں بازو کٹ جاتا ہے جس پر اسے وطن واپس جانے کا موقع مل جاتا ہے۔نعیم کی کہانی ناول کو مختلف موڑ دیتی ہے اور مصنف سنہ ۱۹۱۸ سے سنہ ۱۹۴۷ تک کے عرصہ کے دوران برصغیر میں پیش آنے والے سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی حالات و واقعات کو نعیم کے تناظر میں بیان کرتا ہے، بعد میں ۱۹۴۷ میں نعیم ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کرتے ہوئے انتقال کر جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی ناول کی کہانی ہجرت کے دوران دیگر کرداروں کے انجام کی خبر کئے بغیر ہی اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

"باگھ" ناول کا مرکزی کردار "اسد" نامی نوجوان ہے جو سانس کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ آزاد کشمیر میں واقع "گمشد" نامی گاؤں کے حکیم عمر کی شہرت سن کر علاج کی خاطر کچھ مہینوں کے لئے اس گاؤں میں رہائش پذیر ہو جاتا ہے۔ یہاں پر اسے حکیم عمر کی بیٹی "یاسمین" سے محبت ہو جاتی ہے۔ اسد اور یاسمین چھپ چھپ کر ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اس دوران ایک دن کچھ نامعلوم افراد حکیم عمر کو قتل کر دیتے ہیں۔ پولیس اسد کو قتل کے شبہہ میں گرفتار کر لیتی ہے اور اسے جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ایک دن اسد کو ایک ایجنٹ کی مدد سے جیل سے نکالا جاتا ہے اور مشروط طور پر رہا کر دیا جاتا ہے۔اسے امیر حسن نامی ایک شخص کے ساتھ جاسوسی کے لئے کشمیر بھیجا جاتا ہے۔اسد کشمیر پہنچنے کے بعد کچھ عرصہ حکومت پاکستان کے لئے جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔اس دوران وہ اپنے علاج میں استعمال ہونے والی بوٹی کی تلاش بھی جاری رکھتا ہے۔ متعلقہ بوٹی کی حاصل کر لینے کے بعد اسد بغیر اجازت ہی مقبوضہ کشمیر سے پاکستان کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ راستے میں اسے کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آخر کار وہ واپس گمشد پہنچ جاتا ہے۔ یہاں یاسمین اس کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔مگر دونوں کا وصال دیرپا ثابت نہیں ہوتا اور اسد کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔اس طرح ناول "باگھ" کی کہانی بھی بغیر کسی واضح انجام کے ختم ہو جاتی ہے۔

"اداس نسلیں" اور "باگھ" کے درمیان تقریباً بیس سالوں کا فرق ہے اور اس عرصہ میں عبداللہ حسین تین مختلف ممالک میں رہائش پذیر رہے۔ غریب الوطنی کے دوران انہوں نے مختلف مسائل کا سامنا کیا اور مختلف طرز حیات کا مشاہدہ بھی کیا جس کا اثر ان کے ناولوں پر بھی واضح ہے۔ عبداللہ حسین نے اداس نسلیں تقریباً ۳۲ سال کی عمر کے مشاہدے، تجربے اور محسوسات کے نتیجے میں تحریر کیا جبکہ ناول "باگھ" باون برس کی عمر میں تحریر کیا، ان دونوں ناولوں کے درمیان پایا جانے والا طرز تحریر کا فرق بھی اس بات کو واضح کرتا ہے۔

عبداللہ حسین کا تیسرا ناول "قید" سنہ ۱۹۸۹ میں شائع ہوا۔ اس ناول میں سنہ ۱۹۷۰ کی دہائی میں پاکستان میں دیہی زندگی، جہالت، اور دین کو ذریعہ روزگار بنانے جیسے موضوعات شامل ہیں۔ ناول میں پاکستانی معاشرے کی تفریق بندی پر تنقید کی گئی ہے اور عبداللہ حسین نے اس تنقید کی وجوہات و نتائج بیان کئے ہیں۔ سماجی اور سیاسی دباؤ کا معاشرے پر اثر، تعلیم و اخلاق کا نظریہ اور عورتوں کے مسائل جیسے بہت سارے موضوعات ناول "قید" میں اجاگر کئے گئے ہیں۔ عبداللہ حسین اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر پاکستانی معاشرے کے خواتین کے بارے میں نقطہ نظر کو اس ناول کے پلاٹ اور حقائق کی مدد سے قارئین تک پہنچاتے ہیں۔ لہذا اس ناول کا موضوع قارئین کے لئے نیا اور انوکھا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے ناول میں امام کے کردار سے معاشرے کے دینی عقائد کو پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے قارئین کو سوچنے پر مجبور کیا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں اخلاق اور غیرت کو کس طریقے سے بیان کیا جاتا ہے اور اسے کیسے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ناول میں ان لوگوں پر بھی تنقید کی گئی ہے جو دین کے نام پر خودساختہ اصول مرتب کر کے دوسروں کی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔

عبداللہ حسین کا چوتھا ناول جو سنہ ۱۹۹۶ میں شائع ہوا، ۱۹۴۰ سے ۱۹۹۰ تک کے پچاس سالہ دور کو بیان کرتا ہے۔ اس دور کے پس منظر میں لکھے گئے ناول "نادار لوگ" کا پلاٹ بھی اس دور کے اہم واقعات پر مبنی ہے۔ ہر کہانی اور ناول کے مرکزی نقطہ میں مخصوص دور کی بات بیان ہوتی ہے۔ اس لئے "نادار لوگ" میں ۱۹۴۷ سے ۱۹۷۴ کے دوران پیش آنے والے سیاسی اور تاریخی واقعات پر زور دیا گیا ہے۔

"نادار لوگ" میں معاشرتی، سیاسی، اقتصادی مسائل کے ساتھ محبت اور جنس جیسے موضوعات کو بھی زیر قلم لایا گیا ہے۔ عبداللہ حسین ناول میں بیان کی گئی کہانیوں کے ذریعے رشوت اور ناانصافی جیسے مسائل کو سامنے لاتے ہیں۔ عبداللہ حسین نے پاکستان کو بنتے دیکھا اور قیام پاکستان کے بعد کے حالات کو بیان کرنے میں بھی انہوں نے کبھی جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان کے لکھے ہوئے تمام ناولوں میں اور خصوصاً "نادار لوگ" میں اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے پاکستانی معاشرے کا بہت اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے ان ناولوں کو تحریر کرنے کے دوران اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں سے لے کر پولیس، تنظیمی نمائندوں، بنگلہ دیش کے فوجی قیدیوں، صنعتکاروں، جاگیرداروں الغرض معاشرے کی مختلف اصناف سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور اس کے نتیجے میں اپنے محسوسات کو ناولوں میں پیش کیا۔ انہوں نے ناول کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے

برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور سکھوں کی ثقافت اور معاشرت کو بھی مناسب جگہ دی ہے۔عبداللہ حسین برصغیر کے مختلف مذاہب کے انسانوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور اپنے ناولوں میں اس بات کو اہمیت دیتے ہیں کہ ایک ہی علاقے میں رہنے والے مگر مختلف عقائد و نظریات کے لوگوں کے درمیان محبت اور دوستی پائی جاتی تھی۔ عبداللہ حسین نے برصغیر کی تقسیم اور ہجرت کے موضوع پر بہت زیادہ لکھا۔یہی وجہ ہے کہ "نادار لوگ" کا موضوع بھی ان دو تاریخی واقعات پر مبنی ہے۔"اداس نسلیں" اور "نادار لوگ" جیسے ناولوں میں تقسیم برصغیر اور متعلقہ واقعات پر خوب زور دیا گیا ہے۔موجودہ دور کے پاکستان اور ہندوستان کے مابین سرحد کی لکیر سنہ ۱۹۴۷ کی تقسیم برصغیر کے نتیجہ میں وجود میں آئی۔

نتیجہ

نتیجہ کے طور پر یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کہ عبداللہ حسین اپنے ہر ناول کے ذریعے قارئین کو سماجی، سیاسی اور ثقافتی مسائل پر سوچنے کی جانب مائل کرتے ہیں۔"اداس نسلیں"، "باگھ"، "قید" اور "نادار لوگ" جیسے ناول پاکستانی معاشرے میں نسل در نسل پائے جانے والے مسائل کو سامنے لاتے ہیں۔وہ اپنے ناولوں میں تقسیم، ہجرت، غربت، صنفی تفریق، جنسی تفریق جیسے بہت سارے مسائل پر اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں۔پہلی جنگ عظیم سے لے کر پاکستان کی آزادی تک کے واقعات پر مشتمل ان کے ناول اس دور کے معاشرے کے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور نفسیاتی پہلوؤں کا موجودہ دور کے تناظر میں جائزے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔

حواشی:

۱۔ Umit,Ahmet, *ElvedaGuzelVatanm,Everest*,Istanbul,2015,p.72

۲۔ حسن اختر، تنقیدی اور تحقیقی جائزے (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء)، ص ۳۴۰۔

۳۔ نیلم فرزانہ، اردو ادب کی خواتین ناول نگار (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۲ء)، ص ۳۳۸۔

۴۔ Iqbal,Muzaffar, *Abdullah Hussain: TheChronicler of Sad Generations*(Islamabad: LeoBooks,1993),p.5

۵۔ عبداللہ حسین، اداس نسلیں (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)

۶۔ Iqbal,Muzaffar, *Abdullah Hussain: TheChronicler of Sad Generations,*p.5

۷۔ 15p.ibid

۸۔ عبداللہ حسین، باگھ(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۸)
۹۔ عبداللہ حسین، قید(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۵)
۱۰۔ عبداللہ حسین، نادار لوگ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶)

مآخذ

حسن اختر۔تنقیدی اور تحقیقی جائزے۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۳ء۔
نیلم فرزانہ۔ اردو ادب کی خواتین ناول نگار۔ لاہور: فکشن ہاؤس،۱۹۹۲ء۔
عبداللہ حسین۔اداس نسلیں۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء۔
عبداللہ حسین۔باگھ۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،۱۹۹۸ء۔
عبداللہ حسین۔قید۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۱۹۹۵ء۔
عبداللہ حسین۔ نادار لوگ۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۹۶ء۔

Iqbal,Muzaffar, *Abdullah Hussain: TheChronicler of Sad Generations,*p.5

Umit,Ahmet, *ElvedaGuzelVatanḿ,Everest*,Istanbul,2015,p.72